رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دیں کی نصرت کیلئے اک سماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نکیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔ (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۶ | ۹ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء | سہ شنبہ | ۲۹ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۶ھ | نمبر ۲

مدینۃ المسیح

اس دفعہ صدقۃ الفطر وصول کرنیکا لوکل انجمن کی طرف سے خاص انتظام کیا جا رہا ہے۔ تمام احمدی گھروں کے افراد کی تعداد دیکھکر اس کے مطابق غلہ یا نقد وصول کیا جائیگا۔ اگر ایسا ہی بیرونی مقامات کے احباب نے انتظام کیا تو امید ہے کہ ایک معقول رقم جمع ہو جائیگی۔

آج (۸۔ جولائی) کسی قدر بارش ہوئی ہے۔ جو اگرچہ فصل کے بونے کے لئے ناکافی ہے تاہم گرمی کی شدت کو کسی حد تک کم ضرور کر دیگی اور آئندہ بارش ہونے کے متعلق نیک فال سمجھی جائیگی۔

اخبار احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح کے متعلق اطلاعیں

ہفتہ گزشتہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو اطلاعیں موصول ہوئی ہیں ان سے یہ معلوم ہو کر تکلیف کا موجب ہوا کہ حضور کو سر درد اور پیچش کی شکایت رہی۔ اور کسی وقت معمولی حرارت بھی ہو گئی لیکن باوجود اس کے حضور کام میں مشغول رہے۔ اور صرف ایک دن میں بعض دوستوں کو اپنے ہاتھ سے جو خطوط لکھے۔ وہ کم و بیش تین صفحات کے تھے۔ انھیں ایام میں حضور نے سالانہ جلسہ ۱۹۱۷ء کی تقریروں کے ایک بڑے حصہ پر نظر ثانی فرمائی۔ اور مطالعہ بھی جاری رکھا۔ جمعہ کا خطبہ بھی خود ہی پڑھا

عزیز ناظرین الفضل کو عید مبارک

یہ دوسرا خطبہ جمعہ ہے جو حضور نے ڈلہوزی میں پڑھا۔ ان خطبوں کو مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب نے جو صدر انجمن کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح کی ڈاک کا کام کرنے اور حضور کے متعلق اطلاعات بہم پہنچانے کے لئے مقیم ہیں قلم بند کر لیا ہے۔ جنہیں الحکم میں شائع کریں گے۔ اور الحکم کے شائع ہونے پر الفضل میں بھی درج کر دیئے جایا کریں گے۔

ایک اطلاع سے معلوم ہوا ہے کہ بحیثیت مجموعی حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت روبہ ترقی ہے۔ احباب دعا فرمادیں کہ خدا تعالیٰ حضور کو کامل صحت بخشے۔ اور ہمیں آپ کے فیوض سے بہرہ ور ہونیکا موقعہ دے آمین۔

آخری اطلاع حسب ذیل ہے۔ کل حضرت کی طبیعت اچھی رہی۔ دس میل پہاڑ کا سفر کیا۔ راستہ میں بارش نے آ گھیرا لیکن اس بارش میں بھی سفر کا سلسلہ برابر جاری رہا مطالعہ کا کام بھی حضرت نے شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بابرکت کرے آمین

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا

نکاح

۲۳- جون کو منشی نعمت اللہ صاحب ہیڈ کلرک دفتر مدرسہ احمدیہ کے لڑکے میاں حشمت اللہ کی شادی منشی رحیم الدین صاحب ساکن سیوہارہ کی بڑی لڑکی سے بلغ پانصد روپیہ مہر پر سیوہارہ میں ہوئی۔ اللہ تعالے جانبین کے لئے برکت کا موجب کرے۔

درخواست دعا

احباب کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ جناب ثاقب صاحب ایڈیٹر کوملوی کہ جن کی صحت کے لئے الفضل میں درخواست دعا کی گئی تھی پہلے کی نسبت آرام ہے۔ لیکن کلی صحت نہیں ہوئی۔ اس لئے مکرر دعا کی درخواست کی جاتی ہے

(۲) جناب ذوالفقار علی خانصاحب رامپوری جو آج کل بجبور مقیم ہیں اپنی بیوی بچوں کی صحت کے اور اپنے تفکرات کے دور ہونے کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں۔

(۳) ماسٹر ولی محمد صاحب ٹیار کوہ سفیدی کی لڑکی بیمار ہے۔ اس کی صحت کے لئے۔

(۴) تمام ان احمدی احباب کے لئے جو میدان جنگ میں کوئی نہ کوئی خدمت ادا کرنے کی غرض سے گئے ہوئے ہیں۔ بخیریت واپس آنے کے لئے دعا کی جائے۔

(۵) برادر عبد المجید صاحب ساکن شہر گجرات اپنے ابتلاؤں سے نجات کے لئے اور منشی عطا محمد صاحب ساکن محلہ دار الفضل قادیان اپنی شفایابی کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں۔

نماز جنازہ

قاضی احمد علی صاحب شہر سیالکوٹ سے اطلاع دیتے ہیں کہ شیخ مولا بخش جو ایک مخلص احمدی تھے ۱۲- جون کو فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون احباب جنازہ غائب پڑھیں۔

آخری فیصلہ یا دعا مباہلہ

انجمن احمدیہ شملہ نے اس عنوان سے ایک اشتہار مولوی ثناء اللہ کے مغالطوں کے جواب میں شائع کیا جو الفضل کے گذشتہ پرچہ میں درج ہو چکا ہے۔ احباب اس کی عام اشاعت کے لئے ۱۲ فی سینکڑہ کے حساب سے جو کہ اصل لاگت ہے جناب منشی برکت علی صاحب شملہ

فہرست نو مبائعین

یہ نمبر شمار جنوری ۱۹۱۶ء سے شروع ہوا ہے۔ مگر اسے بالکل مکمل نہ سمجھنا چاہیئے۔ بعض ایسے لوگ جو قادیان آکر بیعت کرتے ہیں اُن کے نام محفوظ رکھنے کی اس وقت تک کوئی مناسب تدبیر نہیں کی گئی۔ پھر بعض ڈاک کے ذریعہ بیعت کرنیوالوں کے نام بھی منتظم ڈاک کی فہرست سے کسی نہ کسی باعث سے رہجاتے ہیں۔ دفتر الفضل کو جس قدر نام مہیا ہو سکتے ہیں ان کو شائع کر دیا جاتا ہے۔ اور انھیں کا یہ نمبر شمار ہے۔

(ایڈیٹر)

بقیہ بابت ماہ جون ۱۹۱۸ء

نمبر	نام	پتہ	
۱۰۵۱	چودھری شہاب الدین صاحب	ضلع سیالکوٹ	
۱۰۵۲	چودھری اللہ دتا صاحب	ضلع	”
۱۰۵۳	غلام نبی صاحب	”	”
۱۰۵۴	چودھری عطا محمد صاحب	”	”
۱۰۵۵	چودھری عنایت اللہ صاحب	”	”
۱۰۵۶	چودھری غلام فرید صاحب	”	”
۱۰۵۷	محمد طفیل صاحب	”	”
۱۰۵۸	مسماۃ بڈھی صاحبہ	”	”
۱۰۵۹	رابعہ بی بی صاحبہ	”	”
۱۰۶۰	ابراہیم صاحب	”	”
۱۰۶۱	محمد اسمعیل صاحب	”	”
۱۰۶۲	محمد شریف صاحب	”	”
۱۰۶۳	محمد اشرف صاحب	”	”
۱۰۶۴	شکر اللہ خاں صاحب	”	”
۱۰۶۵	ابراہیم صاحب ثانی	”	”
۱۰۶۶	محمد ارشاد صاحب	”	”
۱۰۶۷	حاجراں بی بی صاحب	”	”
۱۰۶۸	نذیر احمد صاحب	”	”
۱۰۶۹	فیروز احمد صاحب	”	”
۱۰۷۰	دختر الٰہی بخش صاحب	ضلع سیالکوٹ	
۱۰۷۱	ارشاد بیگم صاحبہ	”	”
۱۰۷۲	سید بیگم صاحبہ	”	”
۱۰۷۳	اکبر بی بی صاحبہ	”	”
۱۰۷۴	اقبال بیگم صاحبہ	”	”
۱۰۷۵	دیوان خاں صاحب	”	”
۱۰۷۶	محمد بخش صاحب	”	”
۱۰۷۷	چودھری تاج محمد صاحب	”	”
۱۰۷۸	نواب خاں صاحب	”	”
۱۰۷۹	بابو دبیر حسن صاحب	ریاست پٹیالہ	
۱۰۸۰	سردار خاں صاحب	ضلع فیروزپور	
۱۰۸۱	باز خاں صاحب	کوئٹہ	
۱۰۸۲	والدہ شیخ محمد صاحب	ضلع گورداسپور	
۱۰۸۳	لطیف احمد صاحب	” میرٹھ	
۱۰۸۴	مولوی سید حبیب الرحمٰن صاحب	بھوپال	
۱۰۸۵	محمد ہاشم صاحب	سیمن سنگھ	
۱۰۸۶	محمد عبد اللہ صاحب قریشی	ضلع گوجرانوالہ	
۱۰۸۷	حکیم غلام حسین صاحب چشتی فاروقی	”	
۱۰۸۸	محمد حسین صاحب	امرتسر	

حضرت خلیفۃ المسیح کی سالانہ جلسہ کی تقریروں کے متعلق خوشخبری

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ سالانہ جلسہ پر جن اہم اور ضروری مسائل پر تقریریں فرمائی تھیں۔ انکو مرتب تو جنوری میں ہی کر لیا گیا تھا لیکن چونکہ حضور بوجہ علالت اپنی نظر ثانی نہ فرما سکے اس لئے تاحال انکی اشاعت معرض التوا میں رہی۔ اب حضور نے ڈلہوزی سے پہلے دن کی دو تقریریں نظر ثانی فرمانے کے بعد ارسال کر دی ہیں اور آخری تقریر جو "حقیقت الرویا" پر نہایت ہی عالیشان ہے برائے ملاحظہ طلب فرمائی ہے۔ جو بھیج دیگئی ہے۔ اس لئے انشاء اللہ عنقریب حضور کی تقریریں حسب معمول کتاب کی شکل میں شائع کی جاسکیں گی۔ چونکہ آجکل کاغذ وغیرہ کی سخت گرانی ہے۔ اس لئے مجبوراً اسی قدر کتاب چھپوائی جائیگی جس کے نکل جانے کی پوری امید ہوگی۔ پس جو احباب خریدنا چاہیں۔

[illegible] ایڈیٹر الفضل قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۹ - جولائی ۱۹۱۸ء

بانیٔ آریہ سماج کی غیر وفادارانہ تعلیم میں سے کچھ

گورنمنٹ عالیہ کی توجہ کے قابل

”ستیارتھ پرکاش“ ضرور ضبط ہونی چاہیئے

(۵)

گذشتہ پرچہ میں ہم پنڈت دیانند صاحب بانیٔ آریہ سماج کی اس باغیانہ تعلیم میں سے کچھ گورنمنٹ عالیہ کی توجہ کے لئے پیش کر چکے ہیں۔ جو انہوں نے اپنی کتاب ”ستیارتھ پرکاش“ میں دی ہے۔ اور اس کے خطرناک اور تباہ کن اثرات کا بھی ذکر کر چکے ہیں اب اسی کے متعلق کچھ اور گذارش کرنا چاہتے ہیں۔

جناب پنڈت دیانند صاحب ”ستیارتھ پرکاش“ کے صفحہ ۳۵۰ - ۳۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

”آریہ ورت میں غیر ملک والوں کے راجہ ہونیکے باعث [1] آپس میں پھوٹ - [2] اختلاف مذہب - [3] برہم چریہ نہ رکھنا - [4] علم نہ پڑھنا نہ پڑھانا - اور [5] بچپن میں بلا سوئمبر کے شادی کا ہونا [6] محسوسات میں پھنسنا - [7] دروغگوئی وغیرہ بدعادات - [8] وید ودیا کا پرچار نہ ہونا وغیرہ برے کام ہیں - جب آپس میں بھائی بھائی لڑتے ہیں - تب ہی تیسرا غیر ملک والا آکر پنچ بن بیٹھتا ہے“۔

مذکورہ بالا عبارت میں جن عادات کو برا قرار دیا گیا ہے - ان میں سے نمبر اوّل اور نمبر سات - یعنے ”آپس میں پھوٹ“ اور ”دروغ گوئی“ تو ایسی ہیں کہ جو ہر مذہب ملت کے لوگوں کے نزدیک بری ہیں اور نمبر ۲ کسی خاص حکومت اور سلطنت سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ ہر زمانہ اور ہر سلطنت کی رعایا میں ”اختلاف مذہب“ چلا آیا ہے - اور چلا جائیگا - نمبر ۶ ”محسوسات میں پھنسنا“ کا مطلب سمجھنے سے ہم قاصر ہیں - اس لئے اسکی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے - باقی رہے نمبر ۳ ”برہم چریہ نہ رکھنا“ نمبر ۴ ویدوں کا علم نہ پڑھنا نہ پڑھانا - (چونکہ علم سے مراد پنڈت دیانند صاحب ویدوں کا ہی علم لیتے ہیں - اور ویدوں کے جاننے والوں کو ہی عالم قرار دیتے ہیں - اس لئے ہم نے یہاں ویدوں کا علم لکھا ہے) نمبر ۵ ”بچپن میں بلا سوئمبر کے شادی کا ہونا“ عادات اور نمبر ۸ ”وید ودیا کا پرچار نہ ہونا وغیرہ“ کام صرف پنڈت دیانند صاحب اور ان کے پیرووں کے نزدیک ہی برے ہو سکتے ہیں کسی اور مذہب و ملت کا انسان ان کو نہ تو برا قرار دیگا - اور نہ ہی انہیں کسی گورنمنٹ کے نقائص اور عیوب میں شمار کرے گا اس لئے ہم بھی ان کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف انہیں عادات کے متعلق اسوقت کچھ بیان کرینگے جنہیں ہر ایک انسان خواہ وہ کسی مذہب اور کسی فرقہ کا ہو یا کسی ملک اور کسی علاقہ کا ہو - برا اور برا سمجھتا ہے - اور جن کے پائے جانے کیوجہ سے گورنمنٹ پر حرف آسکتا ہے - اس قسم کی جن بدعادات کے آریہ ورت (ہندوستان) میں پائے جانے کا موجب اور باعث پنڈت دیانند صاحب نے غیر ملک والوں (انگریزوں) کے راجہ (حکمران) ہونے کو قرار دیا ہے ان میں سے ”آپس میں پھوٹ“ - اور ”دروغگوئی“ دو کا ہی انہوں نے اظہار کیا ہے اور باقی ماندہ کو ”وغیرہ“ کے دامن سے ڈھانپ دینے میں مصلحت سمجھی ہے - جس کے لئے اس لحاظ سے ہم بھی ان کے شکرگذار ہیں - کہ جہاں وہ گورنمنٹ انگلشیہ کو آریہ ورت میں پھوٹ ڈلوانے والی اور دروغگوئی کو پھیلانے والی کہکر خود انہیں افعال سے باز نہیں رہے - وہاں اگر وہ اسی قسم کے اور قبیح اور ناپاک الزام لگا کر گورنمنٹ کے خلاف جذبات بھڑکانے کی کوشش کرتے - تو ان کا کس نے قلم روک لینا یا منہ بند کر دینا تھا - اس لئے اچھا ہوا کہ وہ خود ہی رک گئے - کاش انکی زبان و قلم سے دیگر مذاہب کے لوگوں کی دلآزاری اور گورنمنٹ کی مخالفت میں کچھ بھی نہ نکلتا - تا آج ہمیں یہ مضامین لکھنے اور گورنمنٹ کو توجہ دلانے کی ضرورت نہ پڑتی - لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا بلکہ پنڈت صاحب نے جہاں ہر ایک مذہب و ملت کے لوگوں کی سخت دل آزاری کی ہے - وہاں گورنمنٹ کے خلاف بھی نقصان دہ خیالات پھیلانے سے باز نہیں رہے - چنانچہ ”ستیارتھ پرکاش“ کا مذکورہ بالا حوالہ انہیں کوششوں میں سے ایک کوشش ہے - جو بذریعہ قلم گورنمنٹ کے خلاف انہوں نے کی ہیں - اور جن کا اب بہت برا اثر ہو رہا ہے - پنڈت دیانند صاحب کے جو الفاظ ہم نے اوپر نقل

سکتے ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کو آریہ ورت (ہندوستان) کے لوگوں میں پھوٹ ڈلوانے اور جھوٹ کو رواج دینے والی قرار دیا گیا ہے۔ گویا اگر انگریز ہندوستان پر حکمران نہ ہوتے۔ تو نہ ہندوستان کے لوگوں میں کسی قسم کی نااتفاقی اور پھوٹ ہوتی۔ اور نہ ہی انہیں جھوٹ بولنے کی عادت ہوتی۔ بجائے اس کے کہ ہم اس خیال کو غلط قرار دیں۔ خود پنڈت صاحب ہی کی زبان سے اس کا جھوٹا اور غلط ہونا دکھلاتے ہیں اور وہ بھی کسی اور جگہ سے نہیں۔ بلکہ اسی حوالہ سے پنڈت صاحب اس عبارت میں ہندوستان میں بری عادتوں اور برے کاموں کا موجب انگریزوں کو قرار دیتے ہوئے اخیر پر لکھتے ہیں۔ کہ

"جب آپس میں بھائی بھائی لڑتے ہیں۔ تب ہی تیسرا غیر ملک والا آکر پنچ بن بیٹھتا ہے"

اس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ چونکہ آریہ ورت کے ان لوگوں نے جو آپس میں بھائی بھائی ہیں (اور یہ رشتہ آریوں کا ہی آریوں کیساتھ ہو سکتا ہے۔ دیگر مذاہب کے لوگوں کو آریوں کے ساتھ بھائیوں کی نسبت دینا تو الگ رہا۔ پنڈت دیانند صاحب کے نزدیک وہ سخت کشتنی و گردن زدنی ہیں۔ نیز انہیں آریہ ورت میں رہنے کا ہی کوئی حق نہیں ہے) لڑنا شروع کر دیا تھا۔ اس لئے غیر ملک والا آکر پنچ بن بیٹھا ہے یعنی انگریز غیر ملک سے آکر ان پر حکمران ہو گئے ہیں۔ اس کے متعلق ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جب پنڈت دیانند صاحب یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ انگریز اسوقت آکر آریہ ورت میں حکمران ہوئے۔ جبکہ آریہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ ان میں دشمنی اور عناد زوروں پر تھا۔ انہیں نااتفاقی اور پھوٹ کے جراثیم پائے جاتے تھے۔ تو پھر ان کے یہ کہنے کا کیا مطلب ہوا۔ کہ آریہ ورت میں انگریزوں کے حکمران ہونے کے باعث آپس میں پھوٹ وغیرہ بری عادات پائی جاتی ہیں۔ اگر [illegible] پہلے نہ ہوتیں۔ بلکہ جب سے ہندوستان حکومت برطانیہ کے زیر سایہ آیا ہے۔ ہوتیں آریوں میں پائی جاتیں۔ تو پنڈت صاحب کا شکوہ شکایت۔ گلہ افسوس۔ رنج اور غصہ بجا اور درست ہوتا۔ لیکن اب جبکہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں اور ان کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ انگریزوں نے "آریہ ورت" پر قبضہ ہی اسوقت کیا۔ جبکہ آریوں میں پھوٹ پڑی ہوئی تھی۔ اور وہ بھائی بھائی ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان ہو رہے تھے۔ تو پھر حکمران انگریزوں کو آریوں میں پھوٹ ڈلوانے والا قرار دینا۔ جان بوجھ کر خلاف بیانی کرنا اور خواہ مخواہ گورنمنٹ کی نسبت لوگوں کو بدظن کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ پنڈت صاحب نے پہلے تو اپنی طرف سے یونہی لکھ دیا۔ کہ آریہ ورت کے لوگوں میں پھوٹ وغیرہ بری عادات کی وجہ غیر ملک کے لوگوں کا حکمران ہونا ہے۔ لیکن آگے چلکر خود ہی اس کے خلاف یہ لکھدیا۔ کہ غیر ملک والوں کے آریہ ورت پر حکمران ہونے کی وجہ آریوں میں پھوٹ اور نااتفاقی کا ہونا تھا۔ ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اس قسم کا طریق عمل اس شخص کیلئے جو مذہبی اور دینی پیشوا ہونے کا مدعی ہو۔ اور جس کی نکتہ چین نظر دوسروں کے نہایت ہی مقدس اور معزز بزرگوں پر نہایت بیدردی کے ساتھ پڑی ہو۔ نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ وہ شخص جو ایک ہی فقرہ میں دو متضاد باتیں بیان کرتا ہے۔ کہ اگر ایک کو درست مانا جائے تو دوسری غلط ہو جاتی ہے اور اگر دوسری کو صحیح سمجھا جائے۔ تو پہلی نادرست ہو جاتی ہے۔ وہ جس نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہے۔ سمجھدار اصحاب کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن افسوس کہ باوجود اس کے بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو اس کی باتوں کو بغیر اونچ نیچ دیکھے مذہبی حیثیت سے صحیح اور درست تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے انکو نقصان اٹھانے سے محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ گورنمنٹ انگریزی اس مہربان باپ کیطرح جو اپنے بچے کے ہاتھ میں زہر کی ڈلی دیکھکر فوراً اس سے چھین لیتا ہے۔ "ستیارتھ پرکاش" کو ضبط کر لے اور اسکی خطرناک تعلیم سے متاثر نہ ہونے دے۔

گذشتہ نمبر میں ہم یہ بات بپایہ ثبوت پہنچا چکے ہیں کہ چونکہ پنڈت دیانند صاحب کو اس بات کا پورا پورا یقین تھا۔ کہ اگر میری باتوں کا کچھ اثر ہو سکتا ہے تو انہیں لوگوں پر جو ہندو کہلاتے ہیں۔ اسلئے گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف تعلیم دینے میں انہوں نے اس پہلو کو خاص طور پر مدنظر رکھا ہے۔ کہ ایسی ہی باتیں پیش کیجائیں۔ جن سے خاص طور پر ہندوؤں کے جذبات ہی مشتعل ہوں۔ اور ان کے دل میں گورنمنٹ سے نفرت اور حقارت کا مواد جمع ہو۔ یہی طریق اس حوالہ میں انہوں نے اختیار کیا ہے۔ جو اسوقت زیر بحث ہے۔ چنانچہ اس میں ایک بات ابتدا میں اور ایک اخیر میں ایسی لکھکر جو ہر مذہب و ملت کے لوگوں کے نزدیک بری ہیں۔ درمیان میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ وہی ہے جسے صرف آریہ صاحبان ہی اپنے مذہبی خیالات کی بنا پر برا خیال کرتے ہیں۔ مثلاً برہم چریہ نہ رکھنا۔ ویدوں کا علم نہ پڑھنا نہ پڑھانا۔ بچپن میں بلا سوئمبر کے شادی کا ہونا۔ وید ودیا کا پرچار نہ ہونا۔ ان امور کو جو خاص آریوں کے معتقدات سے تعلق رکھتے ہیں پیش کر کے ..... ان پر عمل درآمد نہ ہونے کو برا کہکر اس کا ذمہ وار گورنمنٹ کو قرار دینا آریوں کے مذہبی جذبات اور حسیات کو خواہ مخواہ گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف اکسانا اور اشتعال دلانا نہیں تو اور کیا ہے کیا ان پر ایک ایسی گورنمنٹ عمل کر سکتی یا دوسروں سے کرا سکتی ہے۔ جو انکی معتقد ہی نہ ہو۔ اگر نہیں تو پھر انگریز حکمران جن کا مذہب عیسائیت ہے۔ کس طرح ان باتوں کی جوابدہ ہو سکتے ہیں۔ ہاں اگر وہ آریہ صاحبان کو مذکورہ بالا باتوں کو عمل میں لانے سے روکیں۔ اور حکومت کے زور سے جبراً باز رکھیں تو اس سے ان کی حکومت پر حرف آسکتا ہے لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ گورنمنٹ نے کسی آریہ کو کبھی

برہم چریہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ یا کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ حکومت نے کسی آریہ کو ویدوں کے پڑھنے سے کبھی باز رکھا ہے۔ یا کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے۔ کہ سلطنت نے کسی آریہ کو بچپن میں بلا سوئمبر شادی کرنے کے لئے کسی دن مجبور کیا ہے۔ یا کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے۔ کہ غیر ملک کے حکمرانوں نے کسی آریہ کو ویدویا پرچار کرنے سے کسی وقت روکا ہی۔ اگر نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ تو پھر یہ کہنا کیسی بے انصافی اور ظلم ہے۔ کہ انگریزوں کے آریہ ورت پر حکمران ہونے کے باعث ایسا ہوتا ہے۔

کیا اس میں کچھ شک ہے۔ کہ گورنمنٹ نے جسطرح تمام دیگر مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہبی امور کے سرانجام دینے میں آزادی دے رکھی ہے۔ اسی طرح بغیر ایک رتی بھر فرق کے آریہ صاحبان کو بھی دے رکھی ہے۔ اور نہ صرف ان کے کسی مذہبی عقیدہ میں دخل نہیں دیتی بلکہ جہاں تک اسے حالات اجازت دیتے ہیں۔ امداد دینے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔ جب حقیقت یہ ہے۔ تو پھر کس مُنہ سے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ آریوں کے فلاں فلاں مذہبی امور پر عمل نہ کرنے یا نہ کر سکنے کا باعث غیر ملک کے وہ لوگ ہیں جو آریہ ورت پر حکمران ہیں۔ معلوم نہیں پنڈت دیانند صاحب مہاراج کو انگریزی قوم سے کیوں اس قدر عداوت اور دشمنی ہے۔ کہ اس کے متعلق آریوں کے دلوں میں نفرت اور حقارت کے خیالات پیدا کر کے فتنہ اور فساد پیدا کرنے کی خاص کوشش کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا باتیں جن پر آریوں کے عمل پیرا نہ ہونے کا باعث انہوں نے انگریزوں کے ہندوستان پر حکمران ہونے کو قرار دیا ہے۔ ان سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ چاہتے کیا ہیں۔ اور گورنمنٹ کے خلاف بُرے خیالات پھیلانے سے ان کی غرض کیا ہے۔ یہی کہ انگریزوں کے ہاتھ سے ہندوستان کی حکومت نکل کر آریوں کے ہاتھ آجائے۔ تاکہ وہ ان باتوں کو ہندوستان میں رہنے والوں سے جبراً اور زبردستی منوا سکیں۔

پنڈت صاحب کی اس غرض کا پورا ہونا کوئی معمولی بات نہیں لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ اس قسم کے خیالات کو دل میں جگہ دینے والے لوگ فتنہ و فساد اور بے امنی کا موجب ضرور ہو سکتے ہیں۔ اور اسی کے انسداد کے لئے ہم گورنمنٹ کو توجہ دلانے کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ پنڈت دیانند صاحب کی گورنمنٹ کے خلاف نفرت اور حقارت پھیلانے والی تعلیم کی غرض و غایت کی تشریح انہی کے مندرجہ ذیل الفاظ خوب کر رہے ہیں۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:-

"اب بدبخت آریوں کی سستی غفلت اور باہمی نفاق کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں راج کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود آریہ ورت میں بھی اسوقت آریوں کا کامل آزاد۔ خود مختار۔ اور بیخوف راج نہیں۔ جو کچھ ہے۔ اسکو بھی غیر ملک والے پامال کر رہے ہیں کچھ تھوڑے سے راجہ خود مختار ہیں۔ جب بُرے دن آتے ہیں۔ تب ملک کے رہنے والوں کو کئی طرح کی تکلیف بھوگنی پڑتی ہے۔ کوئی کتنا ہی کرے جو اپنے ملک کا راج ہوتا ہے۔ وہ سب سے افضل ہوتا ہے۔" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۸

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ پنڈت دیانند صاحب نے آریوں کو اس بدبختی سستی۔ اور غفلت پر شرم دلائی ہے۔ جس کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں راج کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود آریہ ورت میں بھی اسوقت آریوں کا کامل آزاد۔ خود مختار اور بے خوف راج نہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آریہ صاحبان کو اپنی بدبختی مبدل بہ نیک بختی کرنے کیلئے سستی اور غفلت کو دور کر کے فی الحال کم ازکم ہندوستان میں تو کامل آزاد۔ خود مختار اور بے خوف راج قائم کر لینا چاہئیے۔ کیوں؟ اسلئے کہ "جو کچھ ہے اسکو بھی غیر ملک والے پامال کر رہے ہیں"۔ یہ غیر ملک والے کون ہیں؟ انگریز۔ جن کا اس وقت" آریہ ورت پر حکومت ہے۔ پس اس عبارت کا صاف مطلب اور منشا یہ ہے۔ کہ آریہ صاحبان کو سلطنت انگریزی کو مٹا کر اپنی حکومت قائم کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ جو صریح طور پر گورنمنٹ کے خلاف باغیانہ تعلیم ہے معلوم نہیں گورنمنٹ نے اس وقت تک اس خطرناک اور گمراہ کن تعلیم کو کیوں ملک میں پھیلنے اور اس کے جراثیم کو بڑھنے کا موقع دیا ہے۔ اگر پہلے چشم پوشی اور درگذر سے کام لیا ہے۔ تو اب اسکا وقت نہیں ہے۔

پنڈت دیانند صاحب کے مذکورہ بالا الفاظ پڑھ کر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کس طرح ایک غلطی دوسری غلطی کا موجب ہوا کرتی ہے۔ جناب موصوف نے پہلی غلطی تو یہ کی۔ کہ وہ گورنمنٹ جس کے زیر سایہ انہوں نے بڑے بڑے آرام پائے۔ جو اپنی رعایا کے ساتھ حتی الامکان عمدہ اور اچھا سلوک کرتی ہے۔ جو ہندوستان کو نکبت اور ادبار کے گڑھے سے نکال کر ترقی کے مینار کیطرف لیجا رہی ہے۔ اس کے خلاف بدد لی اور نفرت کے خیالات پھیلانے کی کوشش کی۔ چونکہ یہ ایک نا روا اور نا واجب کوشش تھی۔ اس لئے اس کے باعث ایک اور غلطی کا ارتکاب کرنا پڑا جس کا اظہار کرنے کے لئے نرم سے نرم الفاظ خلاف بیانی تجویز کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ ....

وہ آریوں کی بدبختی کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

"جو کچھ ہے اس کو بھی غیر ملک والے (انگریز) پامال کر رہے ہیں"

اگر جناب پنڈت صاحب بقید حیات ہوتے۔ تو ہم ان سے اس کے متعلق پوچھتے۔ لیکن چونکہ اب وہ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے پیروؤں اور ان کی باتوں کو سر آنکھوں پر رکھنے والوں سے ہی دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا پنڈت صاحب موصوف کا مذکورہ بالا فقرہ غلط ہے یا درست۔ اگر غلط ہے۔ تو پھر آپ لوگوں کا اس

کے اور اسی قسم کے اور بہت سے فقرات کو سنا دینے کیلئے ہمارے ساتھ متفق ہونے میں کیا عذر ہے - اور اگر صحیح ہے - تو کیا آپ بتلا سکتے ہیں - کہ وہ کیا کچھ ہے - جسے انگریز پامال کر رہے ہیں - کیا ملک میں نہروں - سڑکوں اور ریلوں کا جال بچھا دینا - آریہ ورت کی پامالی ہے - یا کیا ہر جگہ امن و امان قائم رکھنے کا انتظام کرنا شریروں اور بدمعاشوں کو سزائیں دینا - باغیوں اور غداروں کا کھوج لگانا - ہندوستان کو پامال کرنا ہے - یا کیا قسم قسم کے آرام و آسائش کے سامان بہم پہنچانا غیر مہذب اور وحشی اقوام کو مہذب اور تعلیم یافتہ بنانا جرائم پیشہ لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنا ملک کو پامال کرنا ہے - اگر نہیں - تو پھر گورنمنٹ انگریزی جس کے عہد معدلت مہد میں یہی کچھ ہو رہا ہے - اسکی نسبت یہ کہنا کہ ہندوستان میں جو کچھ ہے - اسے پامال کر رہی ہے - کس طرح درست ہو سکتا ہے - بات اصل میں یہی ہے کہ پنڈت دیانند صاحب نے جو کچھ لکھا ہے - اس کی صحت یا عدم صحت کا انہوں نے خیال نہیں رکھا - بلکہ جس طرح بھی ہو سکا ہے گورنمنٹ کے خلاف جذبات اور احساسات کو ابھارنے کی کوشش کی ہے - جو نہایت نقصان رساں اور تباہ کن کوشش ہے - پس گورنمنٹ کو چاہیئے کہ ضرور ستیارتھ پرکاش کی اس تعلیم کیطرف توجہ کرے - اور اس کے ذریعہ پیدا ہونیوالے نقصانات اور مصائب کا قلع قمع کر کے اپنی رعایا نوازی کا ثبوت دے -

اس وقت تک ستیارتھ پرکاش کی اس تعلیم کا جو کچھ اثر ہو چکا ہے - وہی قابل افسوس اور لائق رنج ہے - اس لئے اب گورنمنٹ کو اس کے متعلق عفو اور درگذر سے کام نہ لینا چاہیئے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

مصائب میں قدم آگے ہی بڑھے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ
فرمودہ ۲۱ - جون ۱۹۱۸ء

ولما رأ المومنون الاحزاب قالوا ھٰذا ما وعدنا اللہ و رسولہ و صدق اللہ و رسولہ و ما زادھم الا ایمانا و تسلیما (۳۳ - ۲۲)

انسان بار بار آگاہ کیئے جانیکا محتاج ہے

اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت قریباً تین مہینہ کے بعد مجھکو آپ لوگوں کو کچھ سنانے کا موقعہ ملا ہے - خطبہ جمعہ درحقیقت مسلمانوں کو ان کے فرائض سے آگاہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے - جسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے - اور رسول کریم نے کیا خود خدا نے ہی مقرر فرمایا ہے - درحقیقت انسان کی عادت کو ہم دیکھتے ہیں کہ اگر وہ اپنے فرائض سے بار بار آگاہ نہ کیا جائے - تو غافل ہو جاتا ہے سوائے اس شخص کے جسکا دل ایسا مصفیٰ و مجلیٰ ہو جائے - کہ اللہ تعالےٰ اس پر جلوہ افروز ہو اور اسکی صورت اس کے قلب میں منعکس ہو جائے - اور اسکو رویت کا مقام حاصل ہو جائے - ایسے شخص کے علاوہ باقی تمام انسان بار بار کی آگاہی اور تنبیہ کے محتاج ہیں - حتیٰ کہ اللہ کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی اس کے محتاج تھے -

ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عرض کیا کہ میں تو منافق معلوم ہوتا ہوں - آپ نے فرمایا - کس طرح اس نے کہا کہ جب حضور کے سامنے آتا ہوں تو دوزخ اور جنت دونوں میرے سامنے آجاتے ہیں - اور ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ یہ جنت ہے اگر میں خدا کی اطاعت کرونگا - تو اس میں مجھ کو جگہ دی جائیگی - اور اگر اس کی نافرمانی کرونگا تو یہ دوزخ ہے اسمیں مجھے ڈالدیا جائیگا - لیکن جب حضور کے پاس سے چلا جاتا ہوں تو یہ حالت نہیں رہتی - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری ہر وقت ایک سی حالت رہے - تو پھر تم ہلاک نہ ہو جاؤ؟ اب دیکھیئے - وہ کیا چیز تھی جو اس صحابی کے سامنے دوزخ اور جنت کو لاکھڑا کرتی تھی - وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک تھی جسکو دیکھکر اقرار کرنا پڑتا تھا کہ کوئی ضرور خدا ہے - جس نے اس شخص کو اپنا رسول بنا کر ہماری اصلاح و ہدایت کے لئے بھیجا ہے - اور جو ہمیشہ اپنے رسولوں کو بھیجا کرتا ہے - جو آکر لوگوں کو ہلاکت سے بچاتے ہیں - جس طرح واعظ خطبہ سے دوسروں کو کسی امر کی طرف توجہ دلاتا ہے - اور الفاظ کو اپنے خیالات اور منشار کے ادا کرنیکا ذریعہ بناتا ہے - اسی طرح خدا کے نبی اپنی شکل کے ذریعہ سے وعظ کرتے ہیں - ان کی شکل و صورت مجسم وعظ ہوتی ہے وہ شخص جسکو یہ درجہ حاصل نہیں ہے - بیشک اسکے لئے ضروری ہے کہ کھڑا ہو کر وعظ کرے - اور الفاظ کے ذریعہ دوسروں کو متاثر کرے - مگر وہ جس کا جسم اسکے الفاظ ہوں اور جس کے الفاظ اس کے اعمال ہوں - اس کے لئے ضروری نہیں - کہ ممبر پر چڑھ کر ہی وعظ کرے بلکہ جب اس پر کسی کی نظر پڑتی ہے - تو اسے وہ مجسم وعظ نظر آتا ہے - جس کا اثر اس پر پڑتا ہے - تو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک ہی تو تھا - جو دوزخ و جنت دونوں کو سامنے لاکھڑا کرتا تھا - مگر لوگوں کے فہم کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ لوگ بھی خطبہ سے کام لیتے ہیں اور ان کو سمجھا دیتے ہیں - پھر زبانی وعظ کا سلسلہ اس لئے جاری کیا گیا - کہ ہر واعظ کی وہ حالت نہیں ہوا کرتی - جو خدا کے خاص بندوں کی ہوا کرتی ہے رسول کریمؐ علاوہ اس تعلیم کے جس کے بغیر نجات نہیں آپ کا وجود مبارک بھی مجسم وعظ تھا - مگر اور واعظ جو

کھڑا ہوتا ہے تو اس کا وجود اس بات کے لئے کافی نہیں ہوتا - اس لئے وہ زبانی بھی کہتا ہے - اور اسی کا نام خطبہ ہے - پس خطبات کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلام کے احکام کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے - اور یہ وہ حکمت ہے جو اسلام نے خطبات میں رکھی ہے -

خطبوں میں التوا

خطبات تمام اہم ہیں عیدین کے خطبے - حج کا خطبہ یہ سب اہم ہیں - مگر جمعہ کا خطبہ بھی اپنی اہمیت کے لحاظ سے کچھ کم نہیں - سو یہ اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت تھی - جس کے ماتحت تین مہینہ تک مجھکو خطبہ پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا - ڈیڑھ مہینہ کے قریب تو سفر میں گذر گیا - اور اس سے پہلے اسی قدر عرصہ تک بیماری کیوجہ سے موقعہ نہیں مل سکا - اس عرصہ میں بیماری کے علاوہ صحت کے قیام کے لئے ڈاکٹر ضروری سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں - کہ فکر اور جوش پیدا کرنیوالے کسی کام میں حصہ نہ لوں - چنانچہ اس عرصہ میں میں نے جماعت کے کاموں میں اسطرح حصہ نہیں لیا - جس طرح پہلے لیتا تھا گویا یہ عرصہ میں نے کسی اور ہی دنیا میں گذارا ہے - مگر تاہم جماعت کے اعمال اور حالات میری نظر سے پوشیدہ نہیں رہے -

آپ کی غیبت میں جماعت کی حالت

میں آپ لوگوں کے سامنے اس بات پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا - کہ ہماری جماعت میں ابھی ایسے لوگ ہیں جو ہر وقت نگرانی چاہتے ہیں اور ان کی حالت ایسے بچوں کی سی ہے - کہ جن سے ماں باپ نے ذرا غفلت کی اور اپنی نگرانی کو ہٹایا تو وہ لڑنے جھگڑنے میں لگ گئے - یہ یہیں کی حالت نہیں باہر کی جماعتوں کی بھی یہی حالت ہے ذرا توجہ ہٹی تو ان کے قادیان کے ساتھ تعلقات میں سستی پیدا ہو گئی - گویا وہ ایک انتظام کے ماتحت تو جھاڑو کی سینکوں کیطرح بندھے ہوئے ہیں - مگر توجہ ہٹنے کیساتھ ہی تنکوں کیطرح بکھر جاتے ہیں -

ان ایام میں بیرونجات سے ایسے خط آئے ہیں - کہ ہمیں اب خوب سمجھ آگئی ہے کہ خلافت کی ضرورت ہے لیکن یہی کافی نہیں ہے کہ انکو خلافت کی ضرورت معلوم ہو گئی ہے - بلکہ ضرورت اس امر کی ہے - کہ وہ خلافت سے فوائد حاصل کریں -

خدا تعالیٰ کی سنت

میں یہاں کے دوستوں اور بیرونی احباب کو بتلانا چاہتا ہوں - کہ خدائی سلسلوں کا کسی خاص شخص سے تعلق نہیں ہوا کرتا - بڑے سے بڑا وجود جو دنیا میں آیا اور آسکتا تھا - وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک تھا - مگر باوجود اسقدر بلند شان کے آپ کی وفات سے بھی اسلام مٹ نہیں گیا - خدا کی طاقت کمزور نہیں ہو گئی وہی خدا جو پہلے تھا - اب بھی ہے - وہی اسکی قدرت نمائیاں ہیں - خدا کی قدیم سے یہ دو سنتیں ہیں - کہ انبیاء اور ان کے ماننے والے ابتداءً دنیاوی لحاظ سے بڑی حیثیت اور مال والے لوگ نہیں ہوتے - ان کی فوجیں اور ملک نہیں ہوتے - کیونکہ اگر وہ لوگ بڑے بڑے ملکوں اور فوجوں والے ہوں تو لوگوں کو یہ خیال ہو - کہ شاید یہ ان فوجوں کے ذریعہ ترقی پا گئے - چونکہ غیور خدا اس امر کو پسند نہیں کرتا - کہ اس کے کام کسی انسان کیطرف منسوب کئے جائیں اس لئے اس کے انبیاء اور ان کے متبعین ابتدا میں دنیاوی شان و شکوہ کے مالک نہیں ہوتے بلکہ لوگوں کی نظر میں حقیر ہوتے ہیں - خدا تعالیٰ کی دوسری یہ سنت ہے کہ اپنی کامل قدرت نبی کی وفات کے بعد دکھاتا ہے - اور تھوڑی سی اسکی زندگی میں بھی ظاہر کرتا ہے - تاکہ جھوٹ اور سچ میں امتیاز ہو سکے اور حق کو ڈھونڈنے والوں کے لئے ایک ذریعہ مہیا ہو جائے - نبیوں کے بعد پورے طور پر وہ اپنی قدرت نمائی اس لئے کرتا ہے - کہ اگر انبیاء کی زندگی ہی میں خدا کی قدرت کا پوری طرح ظہور ہو تو بعض لوگوں کو خیال ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ چست اور چالاک تھے - اسلئے اپنی تدابیر میں کامیاب ہو گئے - ورنہ ان کی کامیابی سے حق و باطل کا کوئی تعلق نہیں - اس لئے خدا تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اگر وہ اسقدر ہوشیار ہوتے اور خدا کا ہاتھ ان کے ساتھ نہ ہوتا تو چاہئے تھا - کہ اپنی زندگی میں پورے کامیاب ہوتے - لیکن ان کے بعد ان کی جماعت کا کامیاب ہونا ظاہر کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہی کے فضل اور تائید سے ان کو کامیابی ہوتی ہے - کسی کی ہوشیاری اور چالاکی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا

خدا کی قدرت نمائی کامل طور پر نبی کے بعد ہوتی ہے -

پس وہ تمام وعدے جو کسی نبی سے کئے جاتے ہیں - وہ سارے کے سارے اسکے ہاتھ پر اور اسکی زندگی میں پورے نہیں کئے جاتے - بلکہ وہ تمام ترقیات جو موعود ہوتی ہیں انبیاء کی وفات کے بعد ظہور میں آتی ہیں - رسول کا وجود بہت بڑی برکتوں اور انعاموں کا موجب ہوتا ہے - اور اسکی وفات کے بعد بہت سی کمیاں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً خدا تعالیٰ کی وحی جو کہ نبی کے وقت میں بارش کی طرح ہوتی ہے - بند ہو جاتی ہے - مگر خدا کے قہری نشان جنکا خدا نے اپنے نبی سے وعدہ کیا ہوتا ہے بہت وسیع پیمانہ پر بعد میں ہی ظہور پذیر ہوتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اگر صرف قہری نشانات نے ملک عرب میں ظہور کیا - تو حضور کی وفات کے بعد نشانات قریباً تمام دنیا میں وسیع ہو گئے - اور خدا نے ان ممالک کو جن میں بہت مضبوط لاکھوں کی تعداد میں فوجیں تھیں - تہ و بالا کر ڈالا

خدائی سلسلوں کی ترقی کسی انسان سے وابستہ نہیں ہوتی

اس سے ثابت ہوتا ہے - کہ خدائی سلسلوں کی ترقی کا تعلق آدمیوں سے نہیں - پس کسی شخص کا بیمار ہونا یا مرنا یا تنزل و ترقی کسی خدائی سلسلہ کو درہم و برہم نہیں کر سکتا - اس کے متعلق جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے - اور چونکہ خدا میں کوئی تغیر نہیں آسکتا - اس لئے خدا کے قائم کردہ سلسلہ میں بھی کوئی نقص نہیں آسکتا -

قابل غور بات

اس وقت جو ضروری بات میں آپ لوگوں کو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا نبیوں کے وقت

میں خدا اپنی قدرت نمائی کیا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب کے وقت اس نے کی۔ کہ دشمنوں تک نے اقرار کیا۔ کہ یہ ہر میدان میں بڑھ رہے ہیں۔ لیکن یہ ترقی موعودہ ترقیوں کے لئے پیش خیمہ کے طور پر ہوتی ہے۔ نبی کے وقت کی ترقی وہ ترقی نہیں ہوتی۔ جو اس کے اتباع کے لئے مقدر کی ہوتی ہے۔ بلکہ وہ ایک بیج کیطرح ہوتی ہے۔ اگر دیکھا جائے۔ تو ایک بیج کو حجم اور سائز کے لحاظ سے بڑ کے درخت سے کیا نسبت ہے؟ لیکن کیا اس سے انکار ہو سکتا ہے۔ کہ وہ درخت اس چھوٹے سے بیج سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

ترقیات کیلئے مصائب کا آنا ضروری ہے

لیکن ہر ایک ترقی کے ساتھ مخالفت کا ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ جس طرح کسی کا حسن معلوم نہیں ہو سکتا جب تک کوئی بدصورت چیز موجود نہ ہو۔ اسی طرح جب تک مخالفت نہ ہو فتح عظیم نہیں ہوتی۔ ہمیشہ فتح وہی عظیم کہلاتی ہے جس میں مقابلہ بھی بہت ہی عظیم طاقت سے ہو۔ اور بہادری اسی کی ظاہر ہوتی ہے۔ جسکا دشمن بھی قوی اور مضبوط ہو۔ یہ بہادری اسکا نام نہیں کہ کوئی مقابلہ ہی نہ کرے اور اسکو مار لیا جائے۔ کوئی کسی جرنیل کی یوں کبھی تعریف نہیں کریگا۔ کہ وہ ایسا بہادر ہے۔ کہ اس نے فلاں ایسا ملک فتح کیا جس میں کوئی فوج نہ تھی۔ کیونکہ اس سے اس کی بہادری ظاہر نہیں ہوتی۔ یا کوئی یہ کہے کہ میں نے فلاں قلعہ فتح کیا جو کہ بالکل خالی پڑا تھا۔ تو یہ بھی اس کی بہادری نہیں کہلائیگی۔ پس کسی فوج کی بہادری اس وقت ظاہر ہوتی ہے۔ جس وقت اس کا مقابلہ بھی نہایت سختی سے کیا جائے۔ ایسے ہی ترقی بھی نہیں ہو سکتی جب تک کہ مخالفت بڑے زور کیساتھ نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسوقت مبعوث ہوئے تو عرب کے لوگ آپکے مقابلہ میں تھے۔ اور وہ یہودی و نصرانی جو اس علاقہ میں رہتے تھے۔ مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ آپ ایک آدمی تھے اور آپکا مارنا کچھ مشکل نہ تھا۔ لیکن وہ دشمن دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے جب وہی اکیلا شخص (صلے اللہ علیہ وسلم) ملک عرب کے بہادروں کو پچھاڑ کے سب کو اپنے ماتحت لے آیا۔ پس آپ کی کامیابی اگر اس لحاظ سے دیکھی جائے کہ آپ اکیلے تھے۔ تو واقعی بہت بڑی تھی۔ مگر اس کامیابی کے مقابلہ میں جو حضور کی وفات کے بعد حضور کے اتباع کو ملی بہت کم تھی۔ اور یہی قدیم سے سنت اللہ ہے۔ اگر آپنے اپنی زندگی میں ملک عرب کو زیر فرمایا تو آپ کی وفات کے بعد آپ کے اتباع نے ان ممالک پر قبضہ کیا جو کہ ساری معلومہ دنیا میں قابل ذکر تھے۔ ایرانی سلطنت وہ سلطنت تھی۔ جس کا اثر چین تک تھا اور ہندوستان پر بھی اسکا اثر تھا۔ کابل و بلوچستان وغیرہ اس کے ماتحت تھے۔ تو ایرانی سلطنت کو زیر کرکے گویا مسلمانوں نے سارے ایشیا پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور ادہر دوسری طرف رومی سلطنت وہ تھی جس کے ماتحت تمام ایشیا کوچک۔ بلگیریا۔ مصر۔ آسٹریا کے علاقہ اٹلی۔ طرابلس۔ مراکش۔ الجزائر۔ جرمن کے بعض علاقے پولینڈ وغیرہ تک قبضہ تھا۔ تو گویا یورپ سارے پر صرف ایک رومی سلطنت کو فتح کرکے مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

حضرت مسیح موعود کی بعثت تمام جہان کے لیئے تھی

پس اسی طرح تم یہ مت سمجھو کہ اگر تم نے محمد حسین بٹالوی یا مولوی ثناء اللہ کو شکست دے لی تو اپنا کام ختم کر لیا۔ حضرت مسیح موعود صرف پنجاب کے لئے نہیں تھے۔ اور نہ وہ صرف مسلمانوں کے لئے ہی تھے۔ بلکہ آپکی بعثت تمام دنیا اور تمام مذاہب کے لوگوں کیلئے تھی۔ اس لئے جب تک پادریوں کو۔ ہندوؤں کو۔ سکھوں کے عالموں کو دلائل کی رو سے شکست نہ ہو جائے۔ اسوقت تک گویا ہمنے مذہباً پنجاب کو بھی شکست نہیں دی اور پھر حضرت مسیح موعود صرف پنجاب کے لئے ہی نہ آئے تھے۔ بلکہ ہندوستان کیلئے بھی آئے تھے۔ اسلئے تمام ہندوستان میں جسقدر مذاہب ہیں جب تک انکو شکست نہ ہو لے اسوقت تک ہم اپنے تئیں فتحیاب اور کامیاب نہیں کہہ سکتے۔ لیکن ابھی تک ہندوستان میں بھی بہت سے علاقہ ہیں جن سے مقابلہ نہیں ہوا۔ اور انکو دلائل و براہین حقہ سے شکست نہیں دیگئی۔ پھر حضرت صاحب ہندوستان کیلئے ہی نہ تھے بلکہ آپ افغانستان ایران۔ شام عرب اور یورپ کے تمام ممالک امریکہ۔ افریقہ اور ایشیا کے دیگر ممالک کیلئے بھی آئے تھے۔ اس لئے ان تمام ملکوں کے لوگ جب تک ہم سے مذہبی مقابلہ میں شکست نہ کھائیں انکی کوئی شکست نہیں اور ہماری کوئی فتح نہیں۔

حضرت مسیح موعود نے مخالفین کو اصولاً شکست دی ہے

اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیطان کے مرکز کو اپنی حیات طیبہ میں ہی توڑ دیا تھا۔ اور شیطان کو میدان سے بھگا دیا تھا۔ مگر اب وہ قلعوں میں پناہ گزیں ہو گیا ہے ہماری گورنمنٹ کے بڑے بڑے جرنیلوں نے اپنی اپنی تقریروں میں ظاہر کیا تھا کہ جنگ اصل میں اسوقت ہوگی جس وقت ہم جرمنی کے ملک میں گھسینگے۔ اور وہ مختلف قلعوں میں بیٹھے بیٹھے لڑائی کرینگے۔ موجودہ جنگ جبکہ دشمن کھلے میدان میں مقابلہ کیلئے اپنی فوجیں لئے کھڑا ہے۔ اسکی بنسبت آسان ہے۔ پس حضرت مسیح موعود نے مرکزی طور پر اور اصولاً تمام مذاہب کو شکست دیدی ہے۔ لیکن خطرناک جنگ تو اس وقت ہوگی جسوقت ہر جگہ اور ہر مقام پر مقابلہ ہونگے ہمیں ساری دنیا کو دلائل کے زور سے فتح کرنا ہے۔ اور جب تک دنیا کو اسلام کے ماتحت نہ لے آویں۔ ہمارا کام ختم نہیں ہوتا۔ اور جب تک مخالفین اقرار نہ کریں اسوقت تک ہمارے لئے رکنے کا مقام نہیں۔

خطرات میں ہمارے ایمان میں ترقی ہونا چاہیئے۔

پس جسقدر ہمارا کام زیادہ ہوگا۔ مخالفت بھی زیادہ ہوگی۔ اور وہ وقت آگیا ہے کہ ہماری ہر طرف سے سخت مخالفت ہو۔ اور ہمیں ہر طرح تکلیف اور دکھ دیا جائے۔ اسوقت ہمارا کیا کام ہوگا۔ اس آیت میں جو میں نے پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ کہ ولما را المومنون الاحزاب قالوا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا و تسلیما۔ کہ جب مومنین نے اپنے مخالفین کو گروہ در گروہ دیکھا تو وہ اس نظارہ سے اور مخالفت کے جوش اور دشمنوں کی تعداد سے گھبرا نہیں گئے۔ بلکہ کہا کہ یہ تو وہی ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں قبل از وقت اطلاع دیدی تھی۔ اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے کہا تھا۔ وہ سب سچ اور حق ہے۔ اور اس نظارہ سے بجائے ایمان میں کسی قسم

کی کمزوری پیدا ہونیکے وہ ایمان اور تسلیم میں اور زیادہ بڑھ گئے

مومن اور منافق کی حالت میں فرق

مومن کی کیا شان ہے! یہی کہ جوں جوں اس پر خدا کی راہ میں شدائد اور مصائب کا زور ہو وہ اپنے قدم کو آگے ہی آگے بڑھائے۔ اور ثابت قدمی سے ثابت کر دے کہ ایمان یہ چیز ہے۔ بزدل آدمی کا قاعدہ ہوتا ہے۔ کہ گھر میں بیٹھکر بہت باتیں بنایا کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اگر فلاں میرا دشمن آئے تو میں یوں اس کا مقابلہ کروں یوں اسے ماروں لیکن جب وہ آدمی سامنے آجاتا ہے۔ تو اسکا رنگ فق ہو جاتا ہے۔ مگر بہادر کی حالت بزدل سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ وہ گھر باتیں نہیں بناتا۔ بلکہ میدان میں زور دکھاتا ہے اور جسقدر مشکلات میں پڑتا ہے۔ اسیقدر اسکی شجاعت اور دلیری زیادہ صفائی کیساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ پس مومن کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ مشکلات سے گھبرا کر نہ رکتا ہے نہ ہٹتا ہے بلکہ اور زیادہ تیزی سے آگے ہی آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اور جنہوں نے اس نکتہ کو سمجھا ہے وہی لوگ دنیا میں شادکام اور کامیاب ہوئے ہیں۔

یورپ نے سیاست کو سمجھا اور فائدہ اٹھایا

اہل یورپ نے سیاست کو خوب سمجھا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ شدائد میں وہ سست ہونیکی بجائے زیادہ ہمت اور جرأت سے کام کرتے ہیں۔ فرانس میں کچھ لوگ پیدا ہوگئے تھے جو صلح کرنا چاہتے تھے۔ اور باقی ملک تلوار سے دشمن سے فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ دونوں قسم کے لوگ خیر خواہ ملک تھے مگر جب جرمن نے بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے شروع کئے تو وہ لوگ جو صلح چاہتے تھے۔ انہوں نے بھی ملک کی حفاظت کیلئے تلوار سے فیصلہ کرنے کو ہی زبانی باتوں سے صلح کرنے پر ترجیح دی۔ اگرچہ صلح پسندوں کو بزدل کہا جاتا تھا۔ مگر جب جرمن نے زور سے حملہ شروع کیا تو وہی لوگ جنکو بزدل خیال کیا جاتا تھا میدان میں دشمن سے مقابلہ میں مصروف ہوگئے اور اسطرح انہوں نے ثبوت دیدیا۔ کہ ہم جو صلح کے طالب تھے۔ تو بزدلی کیوجہ سے نہ تھے بلکہ ملک کی خیر خواہی ہمارے خیالمیں صلح کی صورت میں تھی۔

ہم مصائب سے کیوں گھبرائیں

مسلمانوں کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جس وقت دشمنوں نے ان پر زیادہ سختی کی اور نہایت خطرناک صورت پیدا ہوگئی۔ اور دشمن گروہوں کے گروہ بڑھے چلے آتے تو اس وقت وہ گھبراتے نہیں بلکہ مقابلہ اور سخت مقابلہ کو ہی انہوں نے اپنی بچاؤ کی صورت خیال کیا۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ تو وہی ہے جسکا ہمیں اللہ اور اسکے رسول کیطرف سے پہلے ہی علم دیا گیا تھا۔ پس اگر آج ہمپر ہمارے مخالفین طرح طرح سے حملہ کر رہے ہیں۔ تو ہم اس سے کیسے گھبرا سکتے ہیں۔ ہم تو خوش ہیں کہ سبحان اللہ آج سے تیرہ برس پیشتر حضرت مسیح موعود نے **الوصیت** میں ہمیں بتلا دیا تھا۔ کہ ابتلا پر ابتلاء آئینگے حتیٰ کہ بعض بدقسمت ارتداد کی راہ اختیار کر لینگے۔ پس ہمارے لئے تو خوشی کا مقام ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی ایک اور پیشگوئی پوری ہوئی۔ اللہ اور اسکے رسول کے وعدے سچ اور حق ہیں۔

بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو زبانی کہا کرتے ہیں ہم کیا کسی کی پرواہ کرتے ہیں۔ مگر جب مقابلہ پڑے تو وہ پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ لیکن یہاں خدا تعالیٰ مومنوں کے متعلق فرماتا ہے کہ جب مقابلہ پڑتا ہے اسی وقت انکی زبان سے یہ نکلتا ہے کہ یہ موقعہ ہمارے لئے گھبرانے اور تشویش کرنے کا نہیں کیونکہ یہ حملے اور سختیاں تو خدا اور رسول کے فرمودہ کے بموجب ہیں پھر گھبرانے اور پریشان ہونے کی کیا وجہ ہے۔

مصائب میں جھوٹے اور سچے معلوم ہو جاتے ہیں

مصائب اور ابتلا ہی جھوٹے اور سچے میں فرق کیا کرتے ہیں۔ اور تکالیف میں ہی یہ حقیقت ظاہر ہوا کرتی ہے کہ حقیقی ایمان کس کا ہے اور کون ایمان سے خالی ہے۔ یوں تو ابوبکر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں اور نورالدین مسیح موعود علیہ السلام کے حضور میں کبھی خود آگے بڑھ کر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ سر جھکائے پیچھے بیٹھے رہتے تھے برخلاف اس کے عبداللہ ابن ابی ابن سلول رسول اللہ کے حضور اور وہ لوگ جو الگ ہوگئے ہیں مسیح موعود کے حضور آگے آگے ہو کر بیٹھتے تھے۔ لیکن جنگ اور ابتلا کے وقت میں کسی نے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ کہاں اور عبداللہ ابن ابی کہاں تھا؟ عبداللہ ابن ابی تو حضور کو روکتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ جنگ سے فائدہ ہی کیا۔ مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریمؐ کے آگے آگے ہیں۔ پس جو بہادر آدمی ہوتے ہیں۔ وہ وقت پر اپنے جوہر دکھلاتے ہیں۔ اور جو بزدل ہوتے ہیں۔ وہ اپنی چال ڈھال سے تو بہادری ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اپنے اس اظہار میں جھوٹے ہوتے ہیں۔ وہ خطرہ سے پہلے ایمان ایمان کا شور مچاتے ہیں۔ مگر جب خطرہ آتا ہے تو ایمان کو چھوڑ چھاڑ بیٹھتے ہیں۔ ہاں وہ لوگ جو درحقیقت ایماندار ہوتے ہیں۔ خطرہ سے پہلے خاموش رہتے ہیں اور جب خطرہ آجاتا ہے تو پھر جان تک لڑا دیتے ہیں پس بزدل اور ایمان میں کچے خطرے اور مصائب سے پہلے دعاوی بہت کرتے ہیں مگر وقت پر بودے نکلتے ہیں اور ایماندار پہلے اپنی کمزوریوں کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی بڑائی کی بات نہیں کہتے۔ لیکن خطرے کے وقت ان سے کوئی کمزوری ظاہر نہیں ہوتی۔

تو جس قدر ابتلاؤں اور سختیوں میں شدت ہوتی جائیگی۔ جو سچے ایماندار ہیں۔ ان کے ایمان میں زیادتی ہوگی۔ اور انکی قربانیاں بڑھتی جائینگی۔ اور ان کو دین کی خدمت کا جوش ہوگا۔ اور اخلاص بڑھتا چلا جائیگا۔

حضرت نظام الدین اولیا کا ایک واقعہ

حضرت نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آیا ہے کہ آپ ایک دفعہ رستہ میں چلے جا رہے تھے۔ اور مریدین ساتھ تھے۔ رستہ میں ایک چھوٹا بچہ ملا۔ آپنے اسکا منہ چوم لیا۔ تمام مرید جو ساتھ تھے انہوں نے بھی اس بچہ کا منہ چوما۔ لیکن آپکے بعد جو آپ کے خلیفہ ہوئے۔ وہ خاموش کھڑے رہے۔ باقی مریدوں نے ان پر نفاق کا فتویٰ لگایا۔ مگر وہ خاموش رہے۔ اسی طرح پھر حضرت نظام الدین رستہ میں چلے جا رہے تھے کہ ایک بھٹیارہ آگ جلا رہا تھا۔ آپ نے جھکر اس آگ کو چوم لیا۔ جو آپکے خلیفہ ہوئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ مگر اور جو مرید تھے وہ خاموش کھڑے دیکھتے رہے ان سے ہونیوالے خلیفہ نے کہا۔ کہ اب کیوں نہ تم نے آگ کا بوسہ لیا۔ اگر پیر کی اتباع ہی کرنا تھی تو آگ۔ ۔ ۔ جھکن تھا۔

جس ترقی کا ہمیں وعدہ ہے وہ زیادہ ہے اس سے جو کچھ ابتک ہوئی

غرض مصائب اور مشکلات میں

ہی انسان کی آزمائش ہوتی ہے۔ مسیح موعود کے وقت میں ہماری ترقی ہوئی۔ مگر وہ اس ترقی کے مقابلہ میں جس کا حضرت مسیح موعود کی زبان سے ہمیں وعدہ دیا گیا ہے۔ بہت کم ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب الوصیت میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ جب تک میں نہ جاؤں قدرت ثانی نہیں آسکتی۔ اس کے آنے کیلئے میرا جانا ضروری ہے۔ اور قدرت ثانی کے ذریعہ ترقیاں خدا کی طرف سے ظہور میں آئینگی۔ پس کوئی مصیبت اور تکلیف اور سختی مومن کے قدم کو آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتی۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے سال میں بجٹ بناتے ہوئے خواجہ صاحب وغیرہ کیطرف سے کہا گیا کہ اس سال قحط ہے۔ اس لئے بجٹ تھوڑا بنایا جائے جس پر حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا نہیں چونکہ اس دفعہ قحط ہے اس لئے بجٹ زیادہ بنایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مومن مصایب اور تکالیف سے گھبرا کر دینی کاموں میں سست نہیں ہوا کرتا۔ پس یہ سچائی جیسے اس وقت سچائی تھی آج بھی سچائی ہے۔

تو میں آپ لوگوں کو جو یہاں ہیں اور انکو جو بیرونجات میں ہیں۔ آگاہ کرتا ہوں کہ ہمارے مخالف بہت زور کے ساتھ اور اپنے تمام سامانوں کے ساتھ اٹھے ہیں۔ کہ ہم کو کچل ڈالیں۔ لیکن یہ آزمائش کا وقت ہے۔ اس لئے ہمیں پہلے سے زیادہ استقامت اور قربانی دکھانی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس امتحان میں پورا فرماوے۔ اور اس کے فضل اور رحمتیں ہمارے شامل حال ہوں۔ ہم اس کے فضلوں اور انعاموں کے وارث ہو جائیں۔ آمین۔

دعا کی جائے

میں اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کی وجہ سے سخت مقدمات میں گرفتار ہوں۔ تمام احمدیوں سے درخواست ہے میری خلصی کے لئے بتوجہ دعا کی جائے۔

ایک احمدی خاتون

کم ظرف کون ہے؟

ایڈیٹر صاحب "آریہ پترکا"

اخبار "آریہ پترکا" مورخہ ۲۲ جون بعنوان "الفضل کی کم ظرفی" شاکی ہے کہ ہم نے کیوں اس خطاب کا ذکر کیا ہے جو جناب لالہ منشی رام حال سوامی شردھانند صاحب سنیاسی نے آریہ اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان کو ان کی کارروائیوں کی بنا پر عنایت فرمایا ہے۔ یعنی انہیں "شکاری کتے" قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ کہ "اگر لالہ منشی رام نے آریہ ایڈیٹروں کو گالی دی۔ تو اسمیں لالہ منشی رام کی کمزوری تھی۔ نہ کہ آریہ ایڈیٹروں کی کیا کسی کو گالی دینا بھی کوئی بہادری ہے۔ اور گالی دینے والے کی تعریف کرنا کیا انسانیت میں داخل ہے اگر آپ لالہ منشی رام کے خلاف آواز اٹھاتے اور لکھ دیتے کہ ان کو سنیاسیوں کا لباس پہن کر احاطہ تہذیب سے باہر نہیں ہونا چاہیئے۔ اور بازاری آدمیوں کیطرح کسی کو گالیاں نہیں دینا چاہیئے۔ تو آپ کا خواہ مخواہ دخل در معقولات درست بھی کہا جا سکتا۔ لیکن آپ نے تو محض جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں"

اس کے متعلق گذارش ہے۔ کہ اگر ہم لالہ منشی رام صاحب کے عطا کردہ خطاب کو کسی قسم کی گالی سمجھتے اور خلاف واقعہ دیکھتے تو کبھی اس کا ذکر نہ کرتے۔ لیکن جب وہ آریہ اخبارات کی حالت کے عین مطابق اور نہایت عمدگی کے ساتھ ان پر منطبق ہو رہا ہے۔ تو پھر کیا ہمارا سر پھرا ہے کہ اسے گالی قرار دیکر خواہ مخواہ دخل در معقولات کے مرتکب ہوتے۔

کیا ایڈیٹر صاحب "آریہ پترکا" یہ نہیں جانتے۔ کہ گالی کیا ہوتی ہے۔ یا جان بوجھ کر سچائی اور حقیقت کے اظہار کو گالی قرار دینے لگ جاتے ہیں آریہ اخبارات کو جو خطاب دیا ہے۔ وہ کسی ایسے ویسے انسان کیطرف سے نہیں دیا گیا۔ بلکہ اس شخص کیطرف سے دیا گیا ہے۔ جس نے ایک لمبی مدت نہایت شہرت اور ناموری کے ساتھ آریہ سماج کی خدمت کی ہے۔ اور بالآخر آریہ سماج کیلئے ہی اپنا سب کچھ قربان کر کے تارک الدنیا ہونا پسند کیا ہے۔ وہ کوئی معمولی قابلیت اور لیاقت کا انسان نہیں ہے اور نہ اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ آریہ اخبارات کے ایڈیٹروں کی اصلی حالت اس پر واضح نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کے دل میں کسی قسم کی دشمنی اور کینہ کا احتمال کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس کی وجہ سے اس نے آریہ اخبارات کو یہ خطاب دیا ہے۔ کیونکہ وہ سنیاسی بن چکا ہے۔ پس اس کے مُنہ سے آریہ اخبارات کے متعلق جو کچھ نکلا ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسے درست اور صحیح نہ سمجھا جائے۔ اور آریہ اخبارات کو اس کا پورا پورا مصداق نہ قرار دیا جائے۔ پھر ایسی صورت میں جبکہ واقعات اور حالات بڑے زور کے ساتھ اسکی تصدیق کر رہے ہیں۔ انہیں امور کیوجہ سے ہم نے لالہ منشی رام صاحب کے مذکورہ بالا خطاب کو درست قرار دیا تھا۔ اور جب تک یہ امور موجود ہیں۔ اس وقت تک ہر ایک سمجھدار انسان ایسا ہی کریگا۔ لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے ایڈیٹر صاحب آریہ پترکا کی بات ہی درست مان لی جائے۔ کہ لالہ منشی رام صاحب نے آریہ اخبارات کے ایڈیٹروں کو گالی نکالی ہے۔ اور وہ ہرگز "شکاری کتے" کہلانے کے مستحق نہیں ہیں تو اسکا نتیجہ پہلے سے بھی زیادہ خطرناک نکلتا ہے۔ کیونکہ لالہ منشی رام صاحب کے الفاظ کو حقیقت پر مبنی اور درست ماننے سے تو صرف آریہ اخبارات کے ایڈیٹروں کے اخلاق وعادات پر ہی روشنی پڑتی ہے۔ لیکن انکو نادرست اور غلط کہکر گالی قرار دینے سے "آریہ دھرم" پر زد پڑتی ہے۔ کیونکہ اگر آریہ دھرم میں لالہ منشی رام ایسے انسان کے اخلاق وعادات درست کرنے اور انہیں گالی گلوچ کی برائی سمجھانے کی بھی قابلیت نہیں ہے۔ جنہوں نے اپنا سب کچھ اس کیلئے نثار کر دیا ہے۔ اور ساری عمر اس کے گن گانے میں صرف کر دی ہے۔ تو پھر اوروں کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور ان کے اخلاق وعادات پر وہ کیا اثر ڈال سکتا ہے۔

اب ایڈیٹر صاحب "آریہ پترکا" ہی بتلائیں کہ اگر ہم نے لالہ منشی رام صاحب کی بات کو صحیح اور واقعات پر مبنی سمجھکر

آریہ ایڈیٹروں کو توجہ دلائی ہے تو کیا بُرا کیا ہے۔ کیا اگر ہم اسکی بجائے اسے خواہ مخواہ گالی قرار دیکر آریہ دھرم کا نقص ظاہر کرتے تو اچھا ہوتا؟ ہم نے جس طرح صحیح اور مناسب سمجھا کیا۔ کیونکہ ہم نے لالہ منشی رام صاحب کی شخصیت پر اعتبار کرکے ان کے اخلاق سے بعید سمجھا کہ آریہ ایڈیٹروں کو انہوں نے گالی کے طور پر شکاری کتے کہا ورنہ وہ اس خطاب کے مصداق نہیں ہیں۔ پھر جبکہ واقعات بھی لالہ صاحب کے کہنے کی تائید میں ہیں۔ تو ہم کسطرح ہمیں انکی بات پر یقین نہ آتا۔ اب انکے خلاف ایڈیٹر صاحب "آریہ پترکا" کا آوازہ اٹھانا اور انکی بات کو گالی قرار دینا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ بھی آریہ اخبارات کے ایڈیٹروں میں سے ایک ہیں۔ اور ان پر الحق مرّ کی مثل صادق آتی ہے۔ ہاں اگر ایسے آریہ صاحبان کیطرف سے جو اخبارات سے تعلق نہیں رکھتے یہ کہا جائے کہ لالہ منشی رام صاحب نے آریہ اخبارات کے ایڈیٹروں کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ بازاری آدمیوں کی طرح گالی دی ہے۔ اور سنیاسیوں کا لباس پہنکر احاطہ تہذیب سے باہر ہو گئے ہیں تو ایک بات بھی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ اس طرح آریہ مت پر وہ اعتراض وارد ہوگا جسکا مختصر طور پر ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ اب آریہ صاحبان جونسی صورت پسند کریں۔ اختیار کرلیں۔

اخیر پر ہم ایڈیٹر صاحب "آریہ پترکا" کو بتانا چاہتے ہیں۔ کہ الفضل کسی کم ظرفی کا مرتکب نہیں ہوا۔ اس نے وہ خطاب نقل کیا ہے جو تازہ بتازہ آریہ سماج کے مسلّم بزرگ اور لیڈر جناب لالہ منشی رام صاحب نے اپنی قوم کے اخبارات کے ایڈیٹروں کے لئے انکی خدمات کے معاوضہ میں تجویز فرمایا اور جسکو شائع کرنیکا فخر اولاً آریہ اخبارات کو ہی حاصل ہوا۔ البتہ آپ نے اپنی کم ظرفی کا ثبوت دیدیا ہے کیونکہ آپ نے ایک مسلّمہ لیڈر کو سچ کا اظہار کرنے پر احاطہ تہذیب سے باہر ہونیوالا اور بازاریوں کیطرح گالیاں نکالنے والا قرار دیدیا ہے۔ افسوس اس موقعہ پر آپ نے اتنا بھی نہ سوچا کہ میرے یہ الفاظ لالہ منشی رام صاحب کے عطا کردہ خطاب کو میرے لئے موزوں اور مناسب ثابت کر رہے ہیں۔ نہ کہ اسے مجھے بری ٹھہرا رہے ہیں۔ کیا ہم امید رکھیں کہ آپ آئندہ سوچ سمجھ کر قلم اٹھایا کریں گے۔ ہاں اگر خطاب کا نقل کرنا ہی کوئی کم ظرفی ہوئی ہے تو معاف فرمایئے آپ ہی کے اخبارات سے ہوئی ہے +

آریہ گزٹ کے متعلق ایک آریہ اخبار کی رائے

آریہ گزٹ نے اپنے تازہ پرچہ میں "الفضل کی ڈھٹائی" عنوان رکھکر بایں الفاظ الفضل کا ذکر کیا ہے۔ کہ

"الفضل قادیانی احمدی پارٹی کا اخبار ہے۔ لیکن متانت اور سنجیدگی اسے چھو تک نہیں گئی"

ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ آریہ گزٹ نے "الفضل" پر جو الزام لگایا ہے۔ اس کی تردید کریں۔ کیونکہ یہ الزام لگانے کے لئے جو عنوان انہوں نے تجویز کیا ہے۔ وہی ہماری طرف سے تردید کر رہا ہے۔ کیونکہ الفضل کو متانت اور سنجیدگی کے نہ چھونے کا تو کوئی ثبوت نہیں دیا گیا۔ ہاں "الفضل کی ڈھٹائی" لکھکر آریہ گزٹ نے ضرور ثابت کر دیا۔ کہ متانت اور سنجیدگی اسے چھو تک نہیں گئی یہ تو وہ جواب تھا۔ جو آریہ گزٹ نے اپنے الزام کے جواب میں آپ ہی دیدیا تھا۔ اب ذرا اسکی نسبت ایک آریہ اخبار کی رائے قابل مطالعہ ہے۔ جس سے آریہ گزٹ کی متانت اور سنجیدگی پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

اخبار "آریہ پتر" بریلی اپنے تازہ پرچہ میں لکھتا ہے:۔

"ایک گنوار استری کا ایک دفعہ بیٹھے بٹھائے لڑنے کو جی چاہا۔ اس نے اپنی ایک پڑوسن سے کہا۔ "آؤ پڑوسن لڑیں"۔ پڑوسن نے جواب دیا۔ "لڑے میری بلا"۔ اسپر استری نے جواب دیا۔ "بلا رکھ اپنے خاوند اور بچوں کے سامنے" اس پر دونوں جانب سے بات بڑھتی گئی۔ اور لڑائی شروع ہو ہی گئی۔ یہی حال لاہور کے "آریہ گزٹ" کا ہے۔ جب اسکا سر کھجلاتا ہے۔ تو کسی نہ کسی سے آپ ہی آپ بھڑ پڑتا ہے۔ آریہ گزٹ کا کوئی پرچہ ایسا نہیں ہوتا جس میں کسی نہ کسی اخبار کو کچھ صلواتیں نہ سنائی جاتی ہوں .... ہم کہتے ہیں۔ آریہ گزٹ کاغذ خراب کرتا ہے۔ اسوقت وہ بیس صفحے دیتا ہے۔ ان میں ۱½ صفحہ اشتہارات وغیرہ

کی نظر (ندر) ہیں۔ کچھ گالی گلوچ کی بھینٹ ہیں اور باقی دیگر اقسام کی ہزلیات سے پُر ہیں"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ آریہ گزٹ آریوں میں کیا پوزیشن اور کس قدر وقعت رکھتا ہے۔ تعجب ہے کہ جس اخبار کی نسبت اپنوں کی یہ رائے ہو۔ وہ کس منہ سے کسی کو متانت اور سنجیدگی سے خالی کہہ سکتا ہے +

ستیارتھ پرکاش کے خلاف مضامین

ہمارے پاس مختلف مقامات سے اسوقت تک "ستیارتھ پرکاش" کے ان دل آزار اور تکلیف دہ الفاظ کے خلاف جو الفضل کے گذشتہ پرچوں میں درج کئے گئے ہیں۔ کئی ایک مضمون پہنچ چکے ہیں اور ابھی پہنچ رہے ہیں۔ جنمیں گورنمنٹ کو اس کتاب کی ضبطی کیطرف بڑے ادب مگر پرزور طریق سے توجہ دلائی گئی ہے۔ ان مضامین کو ہم انشاء اللہ عنقریب شائع کرنا شروع کرینگے۔ امید ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس عام رائے پر جو ان مضامین میں ظاہر کیگئی ہے۔ خاص طور پر توجہ مبذول فرمائیگی۔ اور اپنی کثیر التعداد مسلمان رعایا کے ان زخموں پر مرہم رکھیگی۔ جو ستیارتھ پرکاش کیوجہ سے انکے سینوں پر گہرے نہیں لگے ہوئے ہیں +

کرنسی نوٹوں کے متعلق اعلان

چونکہ ایکروپیہ کا نوٹ کثرت استعمال کیوجہ سے بہت جلد میلا ہو جاتا یا پھٹ جاتا ہے۔ اسلئے طبقہ عوام کو ایسے نوٹوں کے چلانے میں بہت مشکلات پیش آتی تھیں۔ دوکاندار لینے سے انکار کر دیتے تھے۔ اس تکلیف کو دور کرنیکے لئے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا گیا ہے جو امید ہے مفید ہوگا۔ کیا ہی اچھا ہو۔ کہ ایک اور اڑہائی روپیہ کے نوٹ کا کریانہ حاصل کریں جو مشکلات ہیں۔ انکے دور کرنے کا بھی کوئی انتظام کیا جائے۔

اعلان حسب ذیل ہے:۔

صاحب اکونٹنٹ جنرل پنجاب کو اطلاع پہنچی ہے کہ پھٹے ہوئے یا میلے ایک روپیہ کے نوٹ بازار میں نہیں چلتے اس لئے تمام افسران خزانہ و ایجنٹان بنگال بنک لاہور و شملہ کے نام ہدایت جاری کیگئی ہے۔ کہ لوگوں کو تکلیف سے بچانیکے لئے اس امر کا انتظام کیا جاوے۔ کہ پھٹے ہوئے یا میلے ایکروپیہ کے نوٹ جسقدر [illegible] خزانوں میں پہنچیں انکو فوراً بدل کر انکی جگہ ستھرے اور پورے نوٹ جاری کئے جاویں۔ اور کوئی پھٹا ہوا یا میلا نوٹ پبلک کو نہ دیا جاوے ٭ دستخط:۔ عبد العزیز جائنٹ سکرٹری۔ پنجاب پبلسٹی کمیٹی +

ہنگامۂ یورپ

معرکۂ فرانس

دشمن کے مواقع پر قبضہ:۔ لنڈن ۳۔ ایک برطانوی کمیونک مظہر ہے۔ کہ آنکس اور آین کے درمیان موٹین سس ٹو ونٹ کے شمال میں ہمنے ایک مقامی یورش کی اور تین کیلو میٹر کے محاذ پر دشمن کے مواقع پر قبضہ کیا۔ بعض مقامات پر ۵ سو میٹر کی گہرائی ہے۔ اس یورش میں ۲ سو ۰۲ قیدی شمار کئے گئے ہیں۔ شاتو تیری کے مغرب میں ورکس تیلڈ کے خط میں دشمن کے توپخانہ نے سرگرمی دکھائی اور ہم نے بھی آتش باری کی اور چند قیدی گرفتار کئے۔ ہانسل کے شمال و مشرقی جانب بالائی بساس میں دشمن کی کوششیں بیکار رہتا ہیں۔

ماہ جون میں امریکن سپاہیوں کی روانگی ہشنگٹن ۳۔ جولائی۔ جنگی سکرٹری بیکر نے بیان کیا کہ ۲ لاکھ ۷۶ ہزار ۳ سو ۷۲۔ امریکن سپاہی ماہ جون میں فرانس کو روانہ ہوئے۔ انیں سے صرف ۲۹۱ اثنائے سفر میں تلف ہوئے۔ پریسیڈنٹ ولسن کہتے ہیں کہ یہ بات طمانیت عامہ کا باعث ہوگی۔ کیونکہ امریکہ کا دل جنگ میں لگا ہوا ہے۔

امریکن محاذ پر توپخانہ کی شدید سرگرمی لنڈن ۴۔ جولائی۔ ایک امریکن کمیونک مظہر ہے کہ شاتو تیری کے شمال غربی جانب جانبین کے توپخانے شدت سے سرگرمی دکھاتے رہے۔ ہمنے ووجیس میں تین حملوں کو مسترد کیا۔

جرمن لمبی مار کی توپ:۔ لنڈن ۲۔ جولائی۔ اس امر کے متعلق کہ آئندہ جرمن حملہ میں لمبی مار کی توپ سے پھر گولہ باری کیجائیگی۔ پیرس میں اس خطرہ کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دیجاتی۔ یہ توپ بہت جلد خراب ہو کر پھٹ جاتی ہے اور ۲۵۰ سے زیادہ گولے نہیں مارتی۔ اگر دشمن ہر ۲۰ منٹ ایک گولہ مارا تو بھی اسکی گولہ باری ایک ہفتہ سے زیادہ جاری نہیں رہ سکتی۔ بیشک اس سے شہر کو کچھ نقصان ضرور پہنچے گا۔ لیکن شہر کا تباہ ہونا ناممکن ہے۔ اور غالباً کبھی اسکا بالکل اثر نہ پڑیگا۔

برطانوی پیشقدمی لنڈن ۴۔ جولائی۔ رائٹر کا نامہ نگار برطانوی صدر مقام سے آج بذریعہ تار اطلاع دیتا ہے۔ کہ ہمارا جدید محاذ جنگ ۴ میل کی لمبائی میں ہموار زمین پر قایم ہوگیا ہے جو شمال و مشرق میں دریا تک چلا گیا ہے۔ ہمارے سابق خط جنگ میں یہ بہت بڑی ترقی ہے۔ شمال کیجانب بجانب دریا سوی اور انکریرے کے درمیان بھی ہمنے ترقی کی ہے۔ اور اس طریقہ سے ہمنے تقریباً پانچ میل ترقی کی ہے۔

اطالوی محاذ پر دشمن کی خفیف کامیابی۔ لنڈن ۴۔ جولائی۔ ایک لاسلکی آسٹروی سرکاری بیان مظہر ہے۔ کہ ۲ جولائی کو دریائے پیاو کے لبانہ پر تمام سخت جد و جہد جاری رہی۔ دشمن کو پیسن اڈیٹا کے قریب خفیف کامیابی کے علاوہ اور کہیں کامیابی نہیں ہوئی۔

متفرق

معزول شاہ ایران۔ لنڈن۔ یکم جولائی۔ ایمسٹرڈم سے آنیوالا تار مظہر ہے۔ کہ معزول شاہ ایران محمد علی اوڈیسہ سے مع اہل و عیال کے ویانا میں پہنچ گئے ہیں۔

سلطان ٹرکی کا انتقال لنڈن ۴۔ جولائی ایمسٹرڈم براہ ویانا قسطنطنیہ سے موصول شدہ ایک تار مظہر ہے کہ سلطان ٹرکی انتقال کر گئے ہیں۔

رودبار انگلستان میں سرنگ کی تجویز لنڈن ۴۔ جولائی۔ پارلیمنٹ کی بین الاقوامی تجارتی کانفرنس نے باتفاق رائے یہ ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ کہ رودبار میں سرنگ بنانے کی تجویز کو حتے الامکان جلد عملی جامہ پہنایا جائے۔

سابق وزیر اعظم رومانیہ:۔ لنڈن ۴ جولائی پیرس سے آنے والا تار مظہر ہے کہ ایم بریتیانو سابق وزیر اعظم رومانیہ سے سوئٹزرلینڈ پہنچ گئے ہیں +

ہندوستان کی خبریں

ہندوستان کی اصلاحی سکیم شائع ہو گئی ہندوستان کی آئینی اصلاحات کے مسئلہ پر ہز ایکسیلنسی لارڈ چیمسفورڈ وایسرائے ہند اور مسٹر مانٹیگو وزیر ہند کی رپورٹ شائع ہو گئی ہے۔ جس کی ایک کاپی ہمارے پاس بھی پہنچی ہے آئندہ پرچہ میں انشاء اللہ ہم اسکا لب لباب درج اخبار کریں گے۔

آنریبل خان بہادر میاں شاہدین صاحب جج کی وفات ۲۔ جولائی کو لاہور میں فوت ہو گئے۔ مرحوم بہت بڑی قانونی قابلیت کے شخص تھے۔

ہندوستانی لفٹنٹ گورنر ضمیمہ اخبار جو انڈین انگلشمین کلکتہ راوی ہے کہ آنریبل سر۔ ایس۔ پی سنہا۔ کو بہار و اڑیسہ کی لفٹننٹ گورنری کا عہدہ ملنیوالا ہے۔ یا عنقریب ملنے والا ہے۔ اگر یہ درست ہے۔ تو ہندوستان میں پہلی مثال ہے۔

پنڈت امرناتھ کو سزا عدالت خاص منٹگمری نے پنڈت امرناتھ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے خلاف مقدمہ رشوت ستانی میں حکم سنا دیا اور ملزم کو دو سال قید سخت کی سزا دی۔ قبل ازیں مسٹر رینگ۔ مسٹر تیج بھان۔ و لالہ ہر سکھ رائے سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنران پنجاب بھی رشوت ستانی کے جرائم میں سزائے قید بھگت رہے ہیں +

دیسی دواؤں کی تحقیقات:۔ معلوم ہوا ہے کہ راؤ صاحب ڈاکٹر ایم۔ سی کومن ایک ہزار کی تنخواہ پر ۶ ماہ کے لئے اس کار خاص پر متعین کئے گئے ہیں۔ کہ دیسی طبی طریق علاج میں جو دوائیں استعمال کیجاتی ہیں۔ ان کی ماہیت دریافت کریں +